# لَمعانُ الدُّرّۃ فی وضع الیدین تحت السُّرّۃ

المعروف بہ

# نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ

تالیف
صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحدؔ رضوی

آستانہ عالیہ فیض آباد شریف، اٹک، پاکستان
[شوّال المکرّم ۱۴۴۴ھ]

# فہرست محتویات

انتساب

سوال (نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق سوال)

الجواب بعون الملک الوھّاب

مقدمہ

فائدہ (۱)

فائدہ (۲)

فائدہ (۳)

فائدہ (۴)

فائدہ (۵)

باب اوّل: زیر ناف ہاتھ باندھنے کے دلائل

دلیل (۱)

دلیل (۲)

دلیل (۳)

دلیل (۴)

دلیل (۵)

دلیل (۶)

باب دوم: سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایتوں کا جائزہ

پہلی دلیل مع تبصرہ
دوسری دلیل مع تبصرہ
خلاصۂ کلام
خاتمہ
اہلسنت و جماعت کا تعارف
غیر مقلدین کا تعارف
تقلید کی ضرورت و اہمیت

# انتساب

برادرِ گرامی

فرزندِ اکبر و خلیفۂ ریاض الملّت

حضرت حافظ، قاری، مفتی، شیخ الحدیث

**صاحبزادہ پیر ابوالفضل محمد خان رضوی**

علیہ رحمۃ اللہ الغنی

و نوّر اللہ مرقدہ الشریف

کے نام

# لَمعان الدُّرّۃ فی وضع الیدین تحت السُّرّۃ

المعروف بہ

# نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

## سوال

بخدمت قبلہ صاحبزادہ واحد رضوی صاحب!

میں کالج کا سٹوڈنٹ ہوں! بعض وجوہات کی بنا پر اپنا نام ظاہر نہیں کرسکتا۔ میں نے آپ کے بعض رسائل پڑھے ہیں۔ جن سے بہت معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ میرا آپ کی خدمت میں ایک سوال ہے کہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہییں؟ زیرناف یا سینے پر؟

میرا ایک کلاس فیلو بولتا ہے کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہییں اور یہی درست طریقہ ہے۔ جبکہ ہمارے محلہ کے امام مسجد صاحب کہتے ہیں مرد کو چاہیے سینے کے بجائے، زیرناف ہاتھ باندھے۔ لیکن میرا ذہن مطمئن نہیں ہورہا۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ تفصیل سے یہ مسئلہ سمجھادیں۔

## الجواب بعون الملک الوھّاب

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ الحمد للہ ربّ العالمین۔ والعاقبة للمتّقین۔ والصّلوٰة والسّلام علیٰ سیّدنا محمّد خاتم الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین، أمّا بعد:

نماز (حالتِ قیام) میں ہاتھ باندھنے کا جو طریقہ مشہورومعروف ہے اور ابتدائے اسلام سے چلا آرہا ہے، وہ یہی ہے کہ مرد، زیرِ ناف ہاتھ باندھے۔ اورعورت سینے پر رکھے۔ یہی طریقہ سنّت بھی ہے۔ نیزادب واحترام اورنیازمندی کااظہاربھی، اسی

انداز سے نمایاں ہوتا ہے۔محلہ کے امام مسجد صاحب نے آپ! کو جو مسئلہ بتایا ہے، وہ دُرست ہے۔لیکن چونکہ آپ! نے ہم سے تفصیل کا تقاضا کیا ہے، لہذا ہم مفصل جواب تحریر کرتے ہیں۔ہمارا یہ مفصل جواب، ایک مقدمہ، دو ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہوگا۔وباللہ التّوفیق وبیدہ أذمّۃ التّحقیق۔

# مقدمہ

عزیزِ گرامی! یہ مقدمہ، چند ایسے فوائد پر مشتمل ہے، جو آپ کو دینی مسائل کے سمجھنے میں بہت مدد، دیں گے۔ اِن فوائد کو کئی بار پڑھیئے! تا کہ ذہن نشین ہو جائیں اور ہر موقع پر، آپ کی رہنمائی کرتے رہیں۔

## فائدہ(۱)

دینی مسائل کو سمجھنے کے لئے ہمیشہ جیّد علماء کرام سے رُجوع کرنا چاہیے۔کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔[النحل:43]

ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو! اگر تمھیں علم نہیں۔

اِس اِرشاد میں، ایک تو حصولِ علم کے لئے، ہمیشہ اہلِ علم [مستند علماء] سے رجوع کرنے کا حکم ہے۔دوسرے یہ ثابت ہوا کہ ائمہ اور علماء کی تقلید اور پیروی ضروری ہے۔نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ شرعی اُمور میں، اپنی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑانے چاہییں۔بلکہ ایک دوسری آیت میں تو اس سے صاف منع فرما دیا گیا کہ جس بات کا پتا نہ ہو، ہرگز اُس سے در پے نہ ہو! چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ
وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا۔[بنی اسرائیل:36]

ترجمہ: اور اُس بات کے پیچھے نہ پڑ! جس کا تجھے علم نہیں۔بے شک کان اور آنکھ اور دل اِن سب سے سوال ہونا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں، والد گرامی حضور ریاض الملّت قدس سرہ نے لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ بغیر علم فتویٰ دینا، مسائل بیان کرنا حرام

ہے۔ نیز قیامت کے دن آنکھ، کان، دل سب سے باز پرس
ہوگی"۔[تفسیر ریاض القرآن، جلد دوم صفحہ ۷۴۴]

لہذا ہمیشہ علماء کرام سے رُجوع کیجئے! اور اُنھی کے آفتابِ ہدایت سے اقتباسِ نور فرمائیے!

## فائدہ (۲)

کسی کتاب سے، کسی ایک ہی حدیث کو دیکھ کر، اُس کے مطابق عمل کرنے کے بجائے، پہلے متعلقہ حدیث کے متعلق، علماء کرام کی تحقیق اور رائے معلوم کرنی چاہیے۔ کیونکہ علماء کرام کے سامنے کئی احادیث ہوتی ہیں اور وہ اُن سب احادیث کی فنی حیثیت کو بھی جانتے ہیں۔ اور ان کی روشنی میں مسائل کا بھی استنباط کرتے ہیں۔ لہذا وہی بہتر جانتے ہیں کہ حدیث قابلِ عمل ہے یا نہیں۔ عام شخص چونکہ عالم تو ہوتا نہیں، اس لئے نہ تو اُسے احادیث کے انتخاب کی سمجھ نہ ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں اتنی لیاقت ہوتی ہے کہ وہ مختلف روایتوں کو سامنے رکھ کے مسائل اخذ کر سکے۔ لہذا ہمیشہ علماء کرام کی ہی بات ماننی چاہیے۔ اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ ورنہ ثواب کے بجائے الٹا عذاب ہوگا۔

## فائدہ (۳)

جس بات پر تمام عوام وخواص کا عمل ہو، اُس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ جماعت [بڑے گروہ] کے ساتھ چلنا چاہیے۔ کیونکہ ایک بڑی جماعت کا عمل، متعلقہ عمل کے دُرست اور سنت کے مطابق ہونے کی، علامت ہوتی ہے۔ اِس کی تائید، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے:

ويد الله على الجماعة ومن شذّ شذّ فى النّار۔ رواه الترمذی۔[مشکوٰۃ المصابیح]

ترجمہ: جماعت پر اللہ کا دستِ کرم ہے۔ جو جماعت سے الگ رہا، وہ الگ [ہونے والا] دوزخ میں ہی جائے گا۔[ترمذی]

## فائدہ (۴)

علماء کرام کی تحقیقی بات، اس لئے بھی ماننا ضروری ہے کہ وہ عوام کی عقل اور ان

کی فہم وخرد کے مطابق بات کرتے ہیں۔ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو کیا بتانا ہے؟ کب بتانا ہے؟ اور کیسے بتانا ہے؟ ان کے سامنے کسی بھی مسئلہ کی وہ تمام تحقیقات اور جزئیات ہوتی ہیں جو عام شخص کے سامنے نہیں ہوتیں۔ بھلا عام شخص کے سامنے ہو بھی کیسے سکتی ہیں، کیونکہ وہ تو عام شخص ہوتا ہے، عالم تو نہیں ہوتا۔ ہماری فکر کی توثیق، حضرت معاذ بن جبل انصاری [رضی اللہ عنہ] کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

وحق العباد علی اللہ أن لا یعذّب من لا یشرک بہ شیئا قلت یا رسول اللہ! أفلا أبشّر بہ النّاس قال لا تبشّرھم فیتّکلوا، متّفق علیہ [مشکوٰۃ المصابیح]

ترجمہ: اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اُس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو، اُسے عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تو کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں؟ فرمایا یہ بشارت نہ دو! ورنہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

اس حدیث کی شرح میں، مشہور مفسّر ومحدّث حضرت علاّمہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ [جو ہمارے والد گرامی حضور ریاض الملّت قدّس سرّہ کے دوست تھے] لکھتے ہیں:

''اِس طرح کہ مقصدِ کلام سمجھیں گے نہیں اور اعمال چھوڑ دیں گے کہ جب فقط دُرستیِ عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عالم، عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو اُن کی سمجھ سے وَرا [بلند] ہو''۔ [مرآۃ المناجیح صفحہ ۴۵]

# فائدہ (۵)

یاد رکھو! ہر ''حدیث''، قابلِ عمل نہیں ہوتی بلکہ ہر ''سنّت'' لائق عمل ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیاتِ مبارکہ یعنی آپ کے وہ خصوصی اعمال، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھے، وہ جن احادیث میں بیان ہوئے، ظاہر ہے اُن پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ایسے ہی وہ احکام اور اعمال جو منسوخ [ختم] ہو گئے، اُن سے متعلق احادیث پر بھی، عمل نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی ہر حدیث کے بجائے اپنی سنّت پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔حدیث کے کلماتِ مبارکہ یہ ہیں:

فعليكم بسنّتى و سنّة الخلفاء الرّاشدين المهديين تمسّكوا بها۔[احمد، ابو داود، ترمذی، ابن ماجه بحوالۂ مشكوٰة]

ترجمہ: پس تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت مضبوط پکڑو!

عزیز گرامی! ان ضروری فوائد کے بعد، اب ہم ایک مستقل باب میں، زیر ناف ہاتھ باندھنے کے دلائل بیان کرتے ہیں۔تاکہ آپ کا ذہن مطمئن ہو جائے اور آپ کامل یقین کے ساتھ، مشغولِ طاعت و عبادت رہیں۔

## باب اوّل : زیر ناف ہاتھ باندھنے کے دلائل

دلیل (۱) حدیث وائل ابن حُجر

عن وائل بن حجر رضى الله عنه قال رأيت النّبى صلى الله عليه وسلم يضع يمينه علىٰ شماله تحت السّرة۔ رواه ابن أبى شيبة فى مصنّفه۔

ترجمہ : وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے، رکھتے ہوئے دیکھا۔[کتاب الصلوٰۃ از فقیہ اعظم بحوالۂ عمدۃ الرعایۃ]

دلیل (۲) حدیث مولیٰ علی کرّم الله وجهه الكريم

عن أبى جحيفة أنّ عليّا رضى الله عنه قال السنة وضع الكف على الكف تحت السرة۔ رواه أبو داؤد۔

ترجمہ :ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ [حالتِ قیام میں] سنت، [دائیں] ہاتھ کا [بائیں] ہاتھ پر، ناف کے نیچے رکھنا ہے۔[ابوداؤد]

دلیل (۳) مولیٰ علی [رضى الله عنه] کی ایک اور روایت

ابن شاہین نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس کے کلمات یہ ہیں:

قال ثلاث من أخلاق النبوة تعجيل الإفطار، وتاخير السحور، ووضع الكف على الكف تحت السرة۔

ترجمہ: فرمایا: تین امور نبوت کی عادات میں سے ہیں: افطار میں جلدی کرنا، سحری میں دیر کرنا اور نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

دلیل (۴) روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

من أخلاق النبوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة۔ رواه أبن حزم [عینی شرح بخاری]

ترجمہ : اخلاقِ نبوت [یعنی عادات] میں سے ہے، دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا نیچے ناف کے۔

دلیل (۵) روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

قال أبو هريرة: أخذ الأكف على الأكف فى الصلاة تحت السرة۔ [ابو داؤد]

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا : نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

دلیل (٦) فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ''ھدایہ'' میں ہے:

ويعتمد بيده اليمنى على اليسرى تحت السرة لقوله عليه السلام إن من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة وهو حجة على مالك فى الإرسال وعلى الشافعى فى الوضع على الصدر۔ ولأن الوضع تحت السرة أقرب إلى التعظيم وهو المقصود۔ [الهداية]

ترجمہ : اور نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھ لے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام کا ارشادِ گرامی کے مطابق،

ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا رکھنا سنت ہے۔ اور یہ ارشاد، امام مالک علیہ الرحمۃ کے خلاف ہاتھ چھوڑنے میں حجت ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے خلاف سینے پر ہاتھ رکھنے کے سلسلے میں حجت ہے۔ اور اس لئے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور [یہاں] تعظیم ہی مقصود ہے۔

عزیز گرامی! درج بالا دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حالتِ قیام میں ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے مضبوطی سے دونوں ہاتھ باندھ لیے جائیں۔ یعنی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے اور دائیں ہاتھ کی بقیہ تین انگلیاں، بائیں ہاتھ کی کلائی پر ہوں۔

جہاں تک سینے پر ہاتھ باندھنے یا دونوں بازوؤں کو ایک دوسرے پر رکھنے [جیسا کہ آپ کا دوست اور باقی غیر مقلدین کرتے ہیں] کا تعلق ہے تو یہ عمل، درست نہیں۔ کیونکہ اس عمل کی تائید میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ جو روایتیں، پیش کی جاتی ہیں وہ قابلِ حجت اور لائق عمل نہیں ہیں۔ ہم آپ کی تشفی کے لئے اگلے باب میں وہ روایتیں اور ان کے متعلق تبصرہ، سپردِ قرطاس کرتے ہیں۔

## باب دوم: سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایتوں کا جائزہ

متعلقہ روایات پر تبصرہ و جائزہ ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ بات، ذہن نشین کر لیجئے! کہ اہلسنت و جماعت کے ائمہ میں سے کوئی بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا قائل و عامل نہیں ہے۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل صرف غیر مقلدین کرتے ہیں۔ ہم اپنے جواب کے خاتمہ میں اہلسنت و جماعت اور غیر مقلدین کا مختصر تعارف نیز ضرورتِ تقلید بھی مختصراً تحریر کر دیں گے تا کہ آپ کو مکمل طور پر آگاہی ہو۔

اب غیر مقلدین کی طرف سے پیش کردہ دو، دلیلیں اور ہمارا تبصرہ ملاحظہ ہو!

## پہلی دلیل

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ثم وضع یدہ الیمنی

علیٰ ظھر کفه الیسری والرسغ والساعد پھر آپ نے
دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔
[صحیح ابن خزیمہ بحوالۂ رسالہ علیزئی]

تبصرہ: اگر اس روایت کو درست مان بھی لیا جائے پھر بھی یہ دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ اس میں سینے پر ہاتھ رکھنے کے الفاظ نہیں ہیں۔

نوٹ: مؤلف زبیر علی زئی نے الفاظ کا ترجمہ بھی درست طور پر نہیں کیا۔

## دوسری دلیل

ھلب طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہو کر دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ [مسند احمد، رسالہ علیزئی]

تبصرہ: اگر [اصولِ حدیث کی روشنی میں] کامل تحقیق کے بعد، اس روایت کے یہی الفاظ ثابت بھی ہو جائیں، تب بھی اس میں صرف سینے پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، نماز کی حالت میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر اس میں ثابت نہیں۔ لہذا یہ روایت، دلیل بن ہی نہیں سکتی۔

درج بالا دو روایتوں کے علاوہ، غیر مقلدین جتنی بھی روایات پیش کرتے ہیں ان میں کہیں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحت نہیں ہے۔ یہ لوگ، عوام کو تو گمراہ کر سکتے ہیں لیکن علماء کرام کے سامنے ان کے دلائل کی کوئی علمی یا فنی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو انوارِ ہدایت سے مستنیر اور اَسرارِ عبادت سے آگاہ فرمائے۔ والتوفیق من اللہ۔

## خلاصۂ کلام:

عزیز گرامی! خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نماز [یعنی حالتِ قیام] میں ہاتھ باندھنے کا درست اور سنت طریقہ یہی ہے کہ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ یہی ائمۂ احناف کی تحقیق اور اِسی پر اُن کا عمل ہے۔ جہاں تک دیگر ائمہ کا تعلق ہے تو ان میں سے امام مالک علیہ الرحمۃ کے متعلق ہاتھ چھوڑنے کا قول کیا جاتا ہے مگر یہ بھی کوئی تحقیقی بات نہیں۔ [فی الحال یہ ہمارا موضوع نہیں کہ تفصیل میں جائیں] جبکہ امام شافعی ناف کے اوپر اور سینہ کے نیچے

ہاتھ باندھنے کو افضل کہتے ہیں۔ یہی عمل حنابلہ کا ہے۔لیکن امام احمد سے دونوں قول ثابت ہیں ناف کے نیچے باندھنے کا بھی اور ناف کے اوپر بھی۔مختصر یہ کہ سینے پر ہاتھ باندھنا صرف غیر مقلدین کا طریقہ ہے جو درج بالا دلائل کی روشنی میں، یقیناً درست نہیں۔البتہ یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ نماز بہرصورت جائز ہوگی۔خواہ ہاتھ کسی کے ناف کے نیچے ہوں یا اوپر ہوں۔ یا غیر مقلدین کی طرح سینہ پر ہوں۔

عزیز گرامی! اب ہم جواب کے خاتمہ میں، اہلسنت کا تعارف، غیر مقلدین کا تعارف اور ضرورتِ تقلید پر بطورِ اختصار چند سطور لکھتے ہیں۔

# خاتمہ

## اہلسنت وجماعت کا تعارف

اہلسنت و جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو صحیح العقیدہ ہیں۔یعنی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا، آل رسول اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرنے والے، نیز اجتھادی احکام میں، ائمہ مجتھدین کی تقلید کرتے ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ صرف اور صرف اہلسنت و جماعت ہی حق پر ہیں۔ باقی سب فرقے گمراہ ہیں۔ان سے دُور رہنا ضروری ہے تاکہ وہ کسی فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اہلسنت وجماعت کی مزید وضاحت کے لئے ہم حضرت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

> "حدیث میں ہے :ستفترق أمتی ثلاثا وسبعین فرقة کلھم فی النار إلا واحدة۔ یہ امت تہتر فرقے ہوجائے گی ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی۔صحابہ نے عرض کی من ھم یارسول اللہ! وہ ناجی فرقہ کون ہے یا رسول اللہ! فرمایا: ما أنا علیه وأصحابی وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔یعنی سنّت کے پیرو۔_____ دوسری روایت میں ہے، فرمایا: ھم الجماعة وہ جماعت ہے۔یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ جسے سوادِ اعظم فرمایا۔اور

فرمایا جو اس سے الگ ہوا جہنم میں الگ ہوا۔ اسی وجہ سے اس ناجی [نجات پانے والا] فرقہ کا نام ''اہل سنت وجماعت'' ہوا۔ ان گمراہ فرقوں میں بہت سے پیدا ہو کر ختم ہو گئے۔______ حدیث میں ارشاد فرمایا: إیاکم و إیاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم : اپنے کو اُن سے دور رکھو! اور اُنھیں اپنے سے دور کرو! کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں، وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں''۔

[بہار شریعت، حصہ اوّل ۱۴۱]

## غیر مقلدین کا تعارف

غیر مقلدین سے مراد و: وہ گروہ ہے جو ائمہ مجتہدین کی تقلید کا منکر ہے۔ اسی لئے انھیں غیر مقلدین کہا جاتا ہے۔ اس گروہ کا دعویٰ ہے کہ وہ خود قرآن وحدیث کو سمجھ سکتے ہیں۔ انھیں کسی امام، رہبر اور مجتہد کی ضرورت نہیں۔

ظاہر ہے ایسا دعویٰ کرنے والا گروہ، گمراہ ہی کہلائے گا۔ کیونکہ جب بڑے بڑے محدثین ومفسرین، اولیاء اللہ اور سرکردہ اہل علم، **ائمہ مجتہدین** کے مقلد ہیں تو اِس گروہ کی کیا حیثیت ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر شخص از خود، قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کر کے ان پر عمل پیرا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ، صراطِ مستقیم پر چلنے اور انعام یافتہ بندگانِ خدا کی اتباع کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

غیر مقلدین کے مزید تعارف کے لئے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

''غیر مقلدین: یہ بھی وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے۔ ---
----۔ چاروں مذہبوں [حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی] سے جدا، تمام مسلمانوں سے الگ انھوں نے ایک راہ نکالی کہ تقلید کو حرام و بدعت کہتے اور ائمۂ دین کو سبّ وشتم سے یاد کرتے ہیں۔ مگر حقیقۃً تقلید سے خالی نہیں۔ ائمۂ دین کی تقلید تو نہیں کرتے مگر شیطان لعین کے ضرور مقلد ہیں۔ یہ لوگ ''قیاس'' [اصولِ فقہ میں سے ایک اصل] کے منکر ہیں اور ''قیاس'' کا مطلقاً انکار، کفر۔ تقلید کے منکر ہیں

اور تقلید کا مطلقاً انکار کفر۔ مسئلہ : مطلق تقلید فرض ہے اور تقلید شخصی واجب"۔ [ بہار شریعت، حصہ اوّل، ص ۵۱ ]

نوٹ : غیر مقلدین اپنے آپ کو "اہلحدیث" کہتے ہیں۔ نیز آج کل اپنے آپ کو "سلفی" بھی کہتے اور لکھتے ہیں۔ اپنی مساجد کا نام عموماً "محمدی مسجد" رکھتے ہیں۔

## تقلید کی ضرورت و اہمیت

تقلید کا لفظی معنیٰ ہے : گلے میں پٹا ڈالنا جبکہ شرعی معنیٰ ہے : کسی کے قول و فعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا۔ جیسے ہم مسائل شرعیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے قول و فعل کو اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں۔

تقلید کی ضرورت و اہمیت سے کسی صورت بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہر مسلمان مجتہد نہیں ہوتا کہ وہ خود قرآن و حدیث سے مسائل نکال سکے۔ لہذا اُسے ایسے امام مجتہد کی تقلید کی ہمہ وقت ضرورت رہتی ہے جو قرآن و حدیث کا ماہر ہو۔ جیسے کہ مشہور و معروف چار ائمہ مجتہدین رحمھم اللہ تعالیٰ أجمعین۔

قرآن مجید کی کئی آیات نیز کئی احادیث مبارکہ سے تقلید کا فرض و واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ کو ہی دیکھ لیجئے! وہاں تو علماء کی پیروی اور تقلیدِ ائمہ کی دعا سکھائی گئی ہے کہ

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

[ ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا ]۔

اسی طرح ہم فائدہ (۱) میں سورۃ النحل کی آیت لکھ چکے ہیں کہ

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ [النحل:43]

ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو! اگر تمھیں علم نہیں۔

تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

فاسئلوا المؤمنین العالمین من أھل القرآن۔ [ تم ان مومنوں سے پوچھو! جو قرآن کے عالم ہیں ]۔

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو کئی احادیث ہیں جن کا مضمون، بالکل واضح ہے جیسے کہ ارشادِ مبارک ہے :

اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذّ شُذّ فی النّار۔
[ابن ماجه، مشکوٰۃ]

ترجمہ : بڑے گروہ کی پیروی کرو! کیونکہ جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہا، وہ الگ [ہونے والا] دوزخ میں ہی جائے گا۔

ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے! جو صحیح مسلم میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کلماتِ عالیہ یہ ہیں:

أن النبی صلی اللہ علیه و سلم قال: الدین النصیحة۔ قلنالمن قال للہ و لکتابه و لرسوله و لأئمة المسلمین و عامّتهم۔

ترجمہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا: دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کس کی؟ ارشاد فرمایا: اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی۔ اور مسلمانوں کے امام کی اور عام مومنین کی۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے لکھا:

و قد یتناول ذلک علی الأئمة الذین هم علماء الدین و إن من نصیحتهم قبول ما رووه و تقلیدهم فی الأحکام و إحسان الظن بهم۔

ترجمہ: یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں۔ اور علمائے دین کی خیر خواہی سے یہ ہے کہ ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔ [ملخصاً از إرشاد السعید]

**واللہ تعالیٰ و بإعطائه رسوله الأعلیٰ أعلم بحقیقة الأحوال و الأحکام۔**

**تمت الرّسالة بحمد اللہ تعالیٰ، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا ومأوانا وملجأنا وقدوتنا ومولانا محمّد وعلیٰ آله وصحبه أجمعین۔**

راقم الحروف **خاکسار ابوالحسن واحد رضوی کان اللہ لہ**

آستانہ عالیہ فیض آباد شریف، اٹک۔ شوّال المکرّم ۱۴۴۴ھ